RNo-2186/57
REGD. No. L 922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۲۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۸، شمارہ ۲۵ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | یکم جولائی ۱۹۶۹ء

انوار انصاری

میتھلی زبان کا ایک ممتاز شاعر

ایک مفکر کا خیال ہے کہ کسی ملک اور قوم کے ادبی خزانے اسی وقت اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں جب ان کا دامن دوسری زبانوں کے ادب عالیہ سے خالی نہ ہو۔ مہذب دنیا کی تمام بڑی زبانوں کی گہرائی اور گیرائی بہت حد تک اس بات کی مرہون منت ہے کہ انھوں نے اپنے دامن کو عالمی ادب کے گنج ہائے گراں مایہ سے بھر لیا۔ تاریخ ادب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آج جن زبانوں کا ادب ہر لحاظ سے قیمتی ہے انھوں نے ہر دور میں وقتاً فوقتاً دوسری زبانوں کے ادب سے بھی استفادہ کیا ہے اور اپنے ادبی خزانوں میں دوسری زبانوں کے جواہر پاروں کو بھی سمو لیا ہے۔

آج کی صحبت میں میری خواہش ہے کہ میں میتھلی زبان کے ایک عظیم شاعر یاتری سے آپ کا تعارف کرا دوں۔ یاتری کی گراں قدر تخلیق "پتر ہین ننگن گاچھ" بغیر پتیوں والا سوکھا درخت۔ "NAKED TREES WITHOUT LEAVES" ہے۔ اس شعری تخلیق پر ۱۹۶۸ء کا ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ملا ہے۔ میتھلی زبان میں نئی شاعری کی ابتدا کا سہرا یاتری کے سر ہے حالانکہ نئی شاعری (جدید) کا موجد انھیں نہیں کہا جا سکتا ہے لیکن جدید شاعری کی ابتدا آپ ہی کی تخلیق "چترا" کے ذریعے عمل میں آ چکی تھی۔ آپ کے ذریعے چلائے گئے جدید شاعری کی ڈگر پر چل کر بعد میں میتھلی زبان میں راج کمل چودھری، رام کرشن جھا، پروفیسر مایانند مسر، امنی پدم، دھرم کیتو اور راجندر ٹھاکر نے کافی شہرت حاصل کی ہے۔

یاتری کا پورا نام ویدناتھ مسر ہے۔ آپ ہندی میں ناگ ارجن کے نام سے لکھتے ہیں اور میتھلی، ہندی، سنسکرت اور پالی زبانوں کے مشہور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۹۱۱ء میں ترونی نامی گاؤں ضلع دربھنگہ بہار میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سنسکرت اور پالی میں حاصل کی اور فلسفہ کا مطالعہ کرنے کاشی، کلکتہ، کیلانیا (کولمبو) بھی گئے۔ آپ کی مشہور و معروف تخلیقوں کا حوالہ نیچے دیا جاتا ہے جس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ یاتری نہ صرف میتھلی زبان ہی کے عظیم شاعر ہیں بلکہ وہ ہندی، سنسکرت اور پالی کے مانے ہوئے ادیبوں میں سے ایک ہیں۔

میتھلی: ساتھی (نظموں کا مجموعہ)، پارو، نوتربا اور بلچنما (ناول)، پتر ہین ننگن گاچھ (نظموں کا مجموعہ)

ہندی: یگ دھارا، شپت، پریت کا بیان، خون اور شعلے، چنا جور گرم، رتی ناتھ کی چاچی، نئی پود، بابا بٹیسر ناتھ، بروں کے بیٹے، دکھ موچن۔

پالی: اشلوک کے دوہے۔

سنسکرت: نظموں کا مجموعہ

یاتری کے ادبی کارناموں کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یاتری کا دائرہ کمال صرف ان کی شاعرانہ صلاحیتوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ انھیں افسانہ، ڈرامہ اور ناول کے فن میں بھی درجہ کمال حاصل ہے اور اس میدان میں بھی وہ اپنے معاصرین میں موقر و ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔

یاتری نے میتھلی زبان کی شاعری کو مقبول بنانے میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں جو میتھلی زبان کے کم شاعروں کو نصیب ہوئی ہے۔ انھوں نے میتھلی شاعری میں نہ صرف ایک خاص تاثر، گھلاوٹ اور بانکپن پیدا کیا بلکہ اس کے خارجی خد و خال کو بھی سنوارا اور انھیں زیادہ دلکش، زیادہ جاذب نظر اور حسین بنانے کی کوشش کی۔ یاتری نے میتھلی شاعری کی صنف میں ایک انفرادی لے کا اضافہ کیا ہے۔

آپ کی گراں قدر تخلیق "پتر ہین ننگن گاچھ" ضخامت کے لحاظ

سے بہلے ہی کم ہے لیکن مواد کے لحاظ سے کافی اہم ہے۔ اگر یاتری جی کی خواہش ہوتی تو وہ اپنی بہت سی دوسری نظموں اور گیتوں کو شامل کرکے کتاب کا حجم بڑھا سکتے تھے لیکن یاتری نے ایسا نہیں کیا بلکہ انھوں نے صرف اپنی نمائندہ دل نظموں ہی کو شامل کیا ہے۔

یاتری کا طرزِ نگارش سلیس، عام فہم، پُرلطف اور اثر انگیز ہے سادگی اور حسنِ بیان ان کے اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے مستقبل زندگی کے روزمرہ محاورے، فقرے، انداز گفتار کی بے تکلفی، شوخی اور گھلاوٹ سب ہی چیزیں آپ کی اس حالیہ تخلیق میں موجود ہیں۔ آپ کے اسلوب بیان میں بڑی رنگینی اور رعنائی ہے اور نظموں کے مصرعے کیف اور رس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

یاتری جی کو سامراج وادیوں سے ہمیشہ نفرت رہی ہے اور انھوں نے غریب جفاکش عوام کے لئے اپنے شہ پاروں کے ذریعے اس طبقے کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اپنے ناول نورتریا میں انھوں نے مستقبل دیش کے باسیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لئے ایک اہم مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ یاتری کی تین مشہور نظمیں "رکشا والا" "نوبجاری" اور "ادھیکا" مستقبل زبان میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یاتری کی تخلیقوں کا جیوں جیوں ہم مطالعہ کرتے ہیں وہ ہمارے سامنے ایک انسان، ایک دوست، ادیب، شاعر، کردار نگار، افسانہ نویس اور ناول نگار کی حیثیت سے آتے ہیں۔ آپ کی ہر تخلیق میں مضامین کی پختگی اور بالغ نظری نمایاں ہے۔ یاتری کی نظموں کا مجموعہ آبگینہ افزوں ہے اور اس میں بہت سی گوناگوں کیفیتیں شامل ہیں۔ تلخ شیریں، طنزیہ، رندانہ اور باغیانہ قدم قدم پر چبھتے ہوئے مصرعے خاص لطف دیتے ہیں۔ غرضکہ یاتری کا یہ مجموعہ ایک مدہوش کرنے والی آگ کا رس ہے۔

یوپی کے اخبارات کے بارے میں سیمنار

آگرہ: ۲۵، ۲۶ جولائی کو یہاں ایک دو روزہ سیمنار ہوگا جس کا تعلق یوپی سے شائع ہونے والے اخبارات سے ہوگا جو ہر دور میں نکلتے رہے ہیں۔ اس کا اہتمام آل انڈیا نیوز پیپرس کانفرنس کی طرف سے کیا جارہا ہے۔ اس کا افتتاح یوپی کے وزیراعلیٰ سی بی گپتا کریں گے۔ ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر جناب ڈی گھیز اس کی صدارت کریں گے اس سیمنار میں مشہور ایڈیٹر مقالات پڑھیں گے ان مقالات کو کتابی شکل میں چھاپا جائے گا۔

ظفرنامہ کا ملک کی چودہ زبانوں میں ترجمہ ہوگا

موگا:۔ حکومت پنجاب نے اپنے شعبہ لسانیات کو ہدایت کی ہے کہ وہ ظفرنامہ کا ملک کی مختلف چودہ زبانوں میں ترجمہ کرائے ظفرنامہ گورو گوبند کا فارسی میں ایک مکتوب ہے جسے انھوں نے موگا سب ڈویژن کے ایک نامی گاؤں سے شہنشاہ اورنگ زیب کے نام لکھا تھا اس کام کے لئے حکومت نے ۲۵ ہزار روپے کی منظوری دی ہے۔

اردو کے صیغے ایک تحقیق

تاشقند:۔ تاشقند یونیورسٹی کی معلمہ سونیا پرنیکودا کی کتاب "اردو کے صیغے" اردو زبان کی قواعد میں ایک مفید اور سبق آموز کتاب کہی جاسکتی ہے۔ یہ کتاب جو روسی زبان والوں کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے اردو قواعد کے بہت سے ایسے پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے جن کی طرف ابھی تک کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اردو زبان کے روسی طلبہ بلکہ اردو زبان کے تمام طلبہ اور اس کی قواعد سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یقیناً مفید اور کارآمد ہے۔ اس کتاب میں مصنفہ نے بڑی محنت کے ساتھ وسیع مطالعہ کرکے مواد جمع کیا ہے اور اردو افعال کے صیغوں کے بارے میں کثیر تعداد میں مثالیں دے کر ان کی وضاحت کی ہے۔

قرۃ العین حیدر ماسکو روانہ

اردو کی صاحب طرز اور ممتاز افسانہ نگار قرۃ العین حیدر حکومت روس کی دعوت پر گذشتہ ماہ ماسکو روانہ ہوگئیں قرۃ العین حیدر کو حکومت روس نے حال ہی میں "نہرو سویت لینڈ ایوارڈ" دیا ہے وہ یہی انعام لینے ماسکو گئی ہیں۔ روس میں ان کا قیام تقریباً ایک ماہ رہے گا۔

انجیل کا ایک قلمی نسخہ

لندن:۔ پندرھویں صدی عیسوی کی ایک قلمی انجیل مقدس کا خوبصورت نسخہ یہاں ۵۰ ہزار پونڈ میں نیلام ہوا ہے۔ نقش و نگار سے آراستہ بائبل جوون کے ایک شپ نے اگست ۱۴۴۸ء میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر ختم کی تھی۔ (قومی آواز)

لفظوں کا پل

ادبی حلقوں میں اس خبر سے مسرت ہوگی کہ ممتاز جدید شاعر ندا فاضلی کی نظموں، غزلوں اور گیتوں کا مجموعہ "لفظوں کا پل" شائع ہوگیا ہے۔ اس کی قیمت تین روپے پچاس پیسے ہے اور یہ مکتبۂ جامعہ بمبئی ۳ سے دستیاب ہوسکتا ہے۔

غالب کی سوانح حیات انگریزی میں

اردو، انگریزی کے مشہور ادیب صحافی اندرجیت لال نے غالب صدی کے موقع پر "اے شارٹ بائیوگرافی آف مرزا غالب" شائع کی ہے جس میں غالب کی حیات کے علاوہ ایک تبصرہ "غالب اور غزل" اور چند ترجمے بھی شامل ہیں۔ کتاب سلوچنا پرکاشن، ۵۵۴۹ ایک بازار دہلی ۶ نے شائع کی ہے۔ (نامہ نگار)

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

ابوہلال عسکری

(بلاغی تنقید کا معمار)

عربی تنقید کے ارتقاء میں ابوہلال عسکری کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے انھوں نے درحقیقت ایک نئے تنقیدی رجحان کو اپنی کتاب "سر الصناعتین" میں پیش کیا ہے اسی بنا پر دور جدید کے ایک اہم مصری ناقد ڈاکٹر محمد مندور نے عسکری کو بلاغی تنقید کا معمار قرار دیا ہے[1] یہ واقعہ ہے کہ قدامہ بن جعفر کے نظریات کا سب سے بڑا ترجمان یہی ناقد ہے جس نے فکر و فن کو ایک نئی راہ دکھائی ہے علم بلاغت کو عسکری نے اپنی کتاب میں ایک فن کے طور پر پیش کیا۔ رنگین عبارت اور مرصع کلام کو سادی زبان پر ترجیح دی اور کچھ ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ زندگی اور زمانہ کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ زمانہ جیسے جیسے بڑھتا گیا رنگین بیانی کا رنگ شوخ ہوتا گیا، اگرچہ بلاغت پرستی کے آثار پہلے سے موجود تھے مگر ابوہلال عسکری نے اس رجحان کو منظم انداز سے پیش کیا حتی کہ پورا عربی ادب اس کا شکار ہو گیا اور ادب کا معیار صنائع و بدائع کی کثرت ہو گیا۔

ابوہلال عسکری نے نقد و بلاغت کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے عمدہ اصولوں کو اخذ کر لیا اور بڑے پرکشش انداز سے ان کو اپنی کتاب "سر الصناعتین" میں پیش کیا۔ انھوں نے صرف فنی بلاغت ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ کلام کے حسن و قبح کے اسباب پر گہری نظر ڈالی۔ ابوہلال عسکری نے بلاغت کو اپنا مقصد اعلیٰ قرار دے کر اسی کے بارے میں مفصل بحثیں پیش کی ہیں۔ نثر و نظم دونوں کے محاسن پر بلاغت کے نقطۂ نظر سے اس سے بہتر کتاب چوتھی صدی ہجری میں نہیں لکھی گئی۔ عسکری نے بلاغت کو ایک فن کی حیثیت سے پیش کیا۔

علم بدیع و بلاغت کے سلسلہ میں عسکری نے مبالغہ سے کام لیا اس سے ان کے ذوق کے فاسد ہونے بلکہ چوتھی صدی ہجری کے آخری زمانہ میں عام فساد ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ اسی بلاغی رجحان نے عصر عباسی کے آخری دور میں بے روح زبان کو جنم دیا جس میں صنائع و بدائع تو بے شمار تھے مگر معانی کا فقدان تھا۔ عسکری، ابن سنان خفاجی اور ثعالبی کا نظریہ یہ ہے کہ کلام ایک صنعت ہے اور الفاظ کی باہمی موزونیت کے بغیر اس کی کوئی ادبی حیثیت قائم نہیں ہوتی۔[2]

عسکری بہانگ دہل دعوی کرتے ہیں کہ بلاغت الفاظ کے حسن میں پوشیدہ ہے وہ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ عمدہ خطبے اور بہترین اشعار صرف اتنا ہی اثر نہیں کرتے کہ وہ معانی کو ذہن نشین کراتے ہیں معانی تو ردی و خراب قسم کے الفاظ کے ذریعہ بھی سمجھے جا سکتے ہیں بلکہ عمدہ اشعار فن کا نمونہ پیش کرتے ہیں دل کے دروازے کھول دیتے ہیں ان کی ابتدا و انتہا فنکارانہ انداز سے ہوتی ہے۔ شعر کا حسن زیادہ تر الفاظ سے عبارت ہے نہ کہ معانی سے۔ اسی بنا پر شعراء و ادباء الفاظ کے حسین قالب پر زیادہ کاوش و کاہش کرتے ہیں اگر معانی سے حسن عبارت حاصل ہو جاتا تو کیوں یہ لوگ اتنی مشقت و جانفشانی کرتے۔[3]

عسکری لفظ کے حسن کے سلسلہ میں یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر معانی متوسط درجہ کے ہوں اور الفاظ و قالب نہایت عمدہ ہوں تو کلام درجۂ اول میں شمار ہوگا۔[4] سب سے قبیح کلام وہ ہے جو مشکل و ناقابل فہم ہو عمدہ کلام وہ ہے جو سہل ممتنع ہو۔ عمدہ کلام وہ ہے جس میں پسندیدہ الفاظ ہوں عبارت کے اندر کیفیت حسن ہو اور توازن پایا جائے۔[5] اگر معانی نہایت اعلیٰ ہوں مگر الفاظ معیاری نہ ہوں تو عبارت کبھی پرکشش

ماجد القادری رامپوری

۲۰۶۹ کا جشن غالب

اے مرے ہم زبان ہم وطنو — غالب خوش بیان کے ہم نفسو
خسرو عصر و فیضی دوراں — ہے بجا اس کو جو خطاب بھی دو
وہ زمینیں جو آسمان ہیں آج — ان زمینوں میں تم غزل بھی کہو
اس کی غزلوں کو بھی کرو تضمین — اپنی طبع رسا سے کبھی پوچھو
اس پہ نظمیں لکھو سرور آگیں — اور عرض ہنر کی داد بھی لو
شہر در شہر قریہ در قریہ — جشن غالب منا کے یہ سوچو
ہے وہ اردو کا شاعر اعظم — اور اردو ہے کشتنی یارو
عرشی و مالک و سرور و فراق — مہربانو ذرا بتاؤ تو
سنگ پر شہر میں جب معاش جنوں — کون فنوں سے مہرباں کیوں ہو

کس زباں میں منائیں گے آخر
اب کے صد سالہ جشن غالب کو

---

[1] النقد المنہجی عند العرب ملاحظہ ہو باب ابوہلال عسکری

[2] کتاب سر الصناعتین ص ۵۷-۵۸

[3] ایضاً ص

[4] کتاب سر الصناعتین ۵۹

[5] ایضاً ص ۶۰-۶۱

[6] ایضاً ص ۲۰

نہیں ہوسکتی۔

قدامہ کی طرح عسکری نے تمام اصناف سخن کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ان سے متاثر ہو کر فخر و مرثیہ کو "مدح" میں شمار کیا ہے۔

خطبات کو اشعار میں تبدیل کرنا مشقت طلب ہے۔

انواع کلام میں سب سے افضل نظم ہے اس لئے کہ وہ زمانے کے ہاتھوں فنا نہیں ہوتی۔ شعر دل پر زیادہ اثر کرتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا بلکہ انسانی آبادیوں میں اس کا چرچا ہوتا رہتا ہے۔

عسکری تخلیق شعر کے لئے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جب شاعر کو اشعار موزوں کرنے ہوں تو پہلے غور کرکے معانی تلاش کرے پھر ان کے لئے مناسب الفاظ تلاش کرنے چاہئیں اور ایسے قوافی ڈھونڈھنے چاہئیں معانی جن کے متحمل ہوسکیں۔ حسن و رعنائی سے پر کلام شاعر کے لئے باعث عظمت ہے نہ یہ کہ شاعر مغلوب ہوجائے اور فن پر قابو نہ پاکر بے رونق اشعار پیش کرے۔

عسکری چونکہ حسن الفاظ کے شائق ہیں اس لئے وہ مسجع کلام کو غیر مسجع پر ترجیح دیتے ہیں البتہ اسی سلسلہ میں وہ ایک شرط یہ عائد کرتے ہیں کہ مسجع کلام میں اگر استعمال کیا جائے تو یہ بر جستہ آمد ہو نہ کہ آورد۔

عسکری حسن الفاظ کے ساتھ حسن معانی پر بھی زور دیتے ہیں معانی ان کے نزدیک دو قسم کے ہوتے ہیں پہلے وہ معانی جو قدما سے کسب فیض کرکے حاصل کئے گئے ہیں دوسرے وہ معانی جن کو خود مصنف نے اپنی ذہانت سے ایجاد کیا ہے اور ان کی نظیر سلف کے یہاں موجود نہیں۔ عسکری نے مذکورہ دو اقسام کے علاوہ معیار کے لحاظ سے معانی کی بہت سی قسمیں کی ہیں مثلاً عمدہ اور صحیح، صحیح مگر ناپسندیدہ۔ کچھ معانی غلط ہوتے ہیں اور کچھ محال۔ عسکری نے بڑے اچھے انداز سے معانی کی غلطیوں اور کلام میں ان کے صحیح مواقع کے بارے میں بحث کی ہے۔

ابو ہلال عسکری نے ایک تنقیدی مسئلہ کو نہایت خوبی سے حل کیا ہے وہ سرقہ کا مسئلہ ہے وہ کہتے ہیں کہ متقدمین کے معانی میں سرقہ کا الزام غلط ہے کسی متقدم شاعر سے کوئی معنی اخذ کرنا کوئی عیب نہیں سوا اس کے کہ اس کے الفاظ کو ان کو غلط انداز سے پیش کیا جائے یا پھر پوری عبارت ہی سرقہ کرلی جائے۔

عسکری نے ایک بڑی نفسیاتی کیفیت کی جانب اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ انسانی فہم معروف کلام سے انسیت محسوس کرتی ہے اور سکون پاتی ہے اور وہ مشکل و محال کلام سے فرار اختیار کرتی ہے مضطرب و مبہم کلام دراصل مبہم فکر سے وجود میں آتا ہے۔

جاحظ نے عربی تنقید میں الفاظ کی فضیلت کا مسئلہ اٹھایا اور معانی کو کوئی اہمیت نہ دی۔ عسکری نے بھی اس بارے میں جاحظ کی تائید کی اور لکھا کہ اصل فنی قیمت معانی کے استعمال میں نہیں ہے اس لئے کہ معانی تو عربی، عجمی، دیہاتی اور بلادی سب ہی جانتے ہیں اصل فنی عظمت کا اظہار الفاظ اور اس کے قالب سے ہوتا ہے الفاظ کا حسن، شیرینی، رونق اور جلا بندش سے کلام کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ معنی سے صرف یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ صحیح ہو مگر لفظ سے حسن، شیرینی، لطافت اور رونق درکار ہے۔ ہر صنعت کے لئے کچھ آلات کی ضرورت ہوتی ہے صنعت کلام کے آلات علم بدیع اور علم بیان وغیرہ ہیں۔ عسکری اپنی کتاب سر الصناعتین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں وہ تمام اشیاء جمع کردی گئی ہیں جن کی ضرورت ایک ادیب و شاعر کو پیش آتی ہے مجھے کسی ایسی کتاب کا علم نہیں جس میں اس طرز کی چیزیں جمع کی گئی ہوں۔ مصنف اس طرح اپنی کتاب کی جامعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کلام کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ وہ پرکشش اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس میں سلاست ہو۔ الفاظ عمدہ و منتخب ہوں معانی دل میں گھر کرنے والے ہوں۔ ابتدا اور انتہا حسین انداز سے ہو اور جملوں میں توازن ہو۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ بندش الفاظ سہولت کلام اور صیاغت جملہ میں نثر و نظم دونوں یکساں ہیں اگر کلام میں یہ صفات موجود ہوں تو وہ قبولیت کا مستحق ہوگا۔

سب سے بدتر طریقہ یہ ہے کہ شاعر کسی دوسرے شاعر سے کوئی معنی لے کر اس کو خراب و ناپسندیدہ انداز سے پیش کرے یہ قبیح اخذ ہے معنی حسن قالب میں پرکشش بنتا ہے۔ (باقی صفحہ ۶ کالم پر)

سر الصناعتین ص ۸۷
ایضاً ص ۱۳۱
ایضاً ص ۱۲۶
ایضاً ص ۱۲۹
ایضاً ص ۱۳۶
ایضاً ص ۱۵۹
ایضاً ص ۹۹
ایضاً ص ۱۹۰
ایضاً ص ۷۰

سر الصناعتین ص ۱۹۰
ایضاً ص ۵۷
کتاب الصناعتین تالیف ابو ہلال عسکری طبع اول دار الکتب المعربیہ ۱۹۵۲ء ص ۵
کتاب سر الصناعتین ص ۵۵
سر الصناعتین ص ۲۲۹

اقبال کرشن

میرزا خان کی صوتیاتی اصطلاحیں

میرزا خان ابن فخر الدین محمد کی فارسی تصنیف "تحفۃ الہند" اب محتاج تعارف نہیں۔ سن ۱۹۳۵ء میں شانتی نکتین نے اس کے ایک حصہ کو شائع کیا تھا جو صرف برج بھاشا کی گرامر پر مشتمل تھا۔ جناب ایم ضیاء الدین مرحوم[1] نے اسے کافی تحقیق و تلاش کے بعد مرتب کیا تھا۔ پیش لفظ ڈاکٹر سنیتی کمار چیٹرجی کے قلم سے تھا جو اب ۱۹۸ کے صدر چھپے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس گرامر کا اردو ترجمہ جناب سید مسعود حسن رضوی ادیب نے کیا جو "نقوش" کے ادب عالیہ نمبر میں محفوظ ہے۔ ہندوستانی لسانیات پر میرزا خان کی اس تصنیف کو ہندوستانی فارسی میں اولیت حاصل ہے۔

میرزا خان نے برج بھاشا کے اصوات کا نہایت باریکی سے تجزیہ کیا ہے اور ۵۳ مختلف مفرد و مرکب علامات صوت کی شناخت کی ہے۔ ان کی وضع کردہ اصطلاحوں کا جائزہ لینے سے پہلے میں ان تمام اصطلاحوں کی فہرست بندی کیے دیتا ہوں جنھیں مرزا خان نے اپنی تصنیف میں استعمال کیا ہے۔

ب۔ بائے موحدہ خفیفہ
بھ۔ " ثقیلہ
پ۔ پائے عجمی خفیفہ
پھ۔ پائے عجمی ثقیلہ
ت۔ تائے فوقانی خفیفہ
تھ۔ تائے فوقانی ثقیلہ
ٹ۔ تائے فوقانی مثقلہ
ٹھ۔ تائے فوقانی اثقل
ج۔ جیم تازی خفیفہ
جھ۔ جیم تازی ثقیلہ
چ۔ جیم عجمی خفیفہ
چھ۔ جیم عجمی ثقیلہ
د۔ دال خفیفہ
دھ۔ دال ثقیلہ
ڈ۔ دال مثقلہ
ڈھ۔ دال اثقل
ر۔ را (بلا توضیح)
ڑ۔ رائے مستعملہ
س۔ سین مہملہ
ش۔ شین معجمہ
ک۔ کاف تازی خفیفہ
کھ۔ کاف تازی خفیفہ
کھ (۲۲۸) کاف تازی ثقیلہ
گ۔ کاف عجمی خفیفہ
گھ۔ کاف عجمی ثقیلہ
ل۔ لام (بلا توضیح)
لھ۔ لام ثقیلہ
م۔ میم (بلا توضیح)
مھ۔ میم ثقیلہ
ن۔ نون (بلا توضیح)
نھ۔ نون ثقیلہ
ں نون مغنونہ
ں (۲) نون مغنونہ (جنگ، اَنگناہ وغیرہ)
و۔ واو (بلا توضیح)
ــو۔ واو معروف
ــو۔ واو مجہول
ــو۔ واو مضمومہ
ہ۔ ہا (بلا توضیح)
ء۔ ہمزۂ ملینہ (پائل)
ی (۲) یائے تحتانی
ــی یائے مضمومہ
ــی یائے معروف
ــے یائے مجہول

گو مرزا خان نے برج بھاشا کے اصوات سے بحث کرتے ہوئے ان اصطلاحوں کو استعمال کیا ہے مگر یہ تمام کی تمام اصطلاحیں خالص صوتی نہیں ہیں انھیں ہم تین خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

کتابی	صوتی	کتابی صوتی
موحدہ	ملینہ	ب۔ عجمی خفیفہ
مہملہ	مثقلہ	ب۔ تازی ثقیلہ
معجمہ	خفیفہ	ب۔ فوقانی مثقلہ
عجمی	ثقیلہ	وغیرہ
تازی	اثقل	
وغیرہ	مغنونہ	
	مضمومہ	
	وغیرہ	

اب ہم ان اصطلاحوں کا جائزہ لیں جو مرزا خان کی

(باقی صفحہ ۸ کالم ۱)

بشیر احمد بشیر مانیگانوی

قطعات بر انتقال نرش کمار شاد

وہ جو اردو زبان پر تھا نثار
قابل فخر جس کا تھا معیار
کیا تعجب کہ اب نہ پیدا ہو
شاعر ثانی نرش کمار

بزم سخن کا اک شاعر تھا
علم و فن کا اک شاعر تھا
چشم حقیقت یاد رکھے گی
شاد وطن کا اک شاعر تھا

یہ جدائی کی آگ کیسے بجھے
رنج و غم کا یہ بوجھ کیسے اٹھے
اہل اردو کو ناز تھا جن پر
شاد وہ بہترین شاعر تھے

جو حقیقت ہے ہم تو کہدیں گے
وقت کے ساتھ لوگ دیکھیں گے
شاد زندہ رکھیں گے وہ تجھ کو
تیرے اشعار جو نہ بھولیں گے

---

[1] جناب ضیاء الدین مرحوم وشو بھارتی میں فارسی کے لکچرر تھے۔ بنگلہ زبان پر انھیں عبور حاصل تھا۔ ٹیگور کے کلام کا ترجمہ اردو میں "کلام ٹیگور" اور فارسی میں "صد بند ٹیگور" کے نام سے کیا۔ خطاطی پر ایک تالیف انگریزی میں ۱۹۳۵ء CALLIGRAPHY کے نام سے ہے "تحفۃ الہند" کے آخر میں دی ہوئی ہندی فارسی لغت ابھی زیر ترتیب تھی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ کلکتے کے مشہور و معروف شاعر اشک امرتسری مرحوم ان کے سگے بھائی تھے۔

اپنی وضع کردہ ہیں۔ خالص ہندی اصوات، ممکن ہے فارسی گویوں کے لئے بار سماعت ہوتے ہوں؛ لیکن علمی بحث میں جذبات سے کام نہیں چل سکتا۔ لہٰذا کسی صوت کو بھاری، بھدا، کریہہ کہہ کر اصطلاح وضع کرنا علمی شان نہیں رکھتا۔

غرض خفیفہ، ثقیلہ، مشعر اور اثقل جیسی اصطلاحوں کو اردو صوتیات میں جگہ نہیں مل سکتی۔ یہ بات قابل ستائش ہے کہ مرزا خان نے نون کے تین اصوات کی شناخت کی ہے جن میں سے دو کے لئے انھوں نے اصطلاحیں وضع کی ہیں: مصنونہ اور منونہ۔ مصنونہ ایک لچک دار اصطلاح ہے۔ اس سے ہم مصنونِ ہندی (NASALISATION) بنا سکتے ہیں۔ منونہ (ں) سے زیادہ (n) کے لیے موزوں ہے۔

اب رہیں متصلہ اور مصموتہ۔ یہاں مرزا خان نے غلطی کی ہے اور ایک ہی صوتی صفت کے لئے دو مختلف اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ متصلہ صوتی سے زیادہ بصری اور کتابی اصطلاح ہے۔ مصموتہ قابل غور ہے۔ جس صوتی صفت کے لئے مرزا خان نے یہ اصطلاح بنائی ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی رکن (SYLLABLE) کے شروع میں دو مصمتے ہوتے ہیں اور بیچ میں کوئی مصوتہ نہیں ہوتا ہے تو دونوں مصمتوں کا تلفظ بغیر کسی مصوتہ کے سہارے کے ادا کرتے ہیں۔ مثلاً پریت، دوار، شیام وغیرہ۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ پہلا مصمتہ ساکن رہتا ہے اور دوسرا متحرک۔ اور متحرک کے لئے "مصموتہ" کی اصطلاح کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

ایک اصطلاح اور بھی: ہمزہ ملینہ۔ تو آج کل "لین" کی اصطلاح اردو میں مروج ہو چکی ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا خان کی نقل شناس سماعت (ڑ) کی شناخت نہ کر سکی۔

باقی صفحہ ۴ سے آگے

عسکری لکھتے ہیں کہ عربوں میں شاعری کا یہ طریقہ تھا کہ وہ محبوبہ کے دیار کا ذکر کرتے اس پر کھڑے ہو کر روتے اور فراق کی کیفیت کا بیان کرنے کے بعد جب کسی دوسرے معنی کی طرف جانا چاہتے یعنی گریز کرنا چاہتے تو اس طرح کہتے:

فدع ذا وسل الھم عنک بکذا

(یہ چھوڑو اور غم کو اس طرح تسکین دو)

عسکری نے علم بدیع و بیان و بلاغت پر غیر معمولی توجہ کی حتیٰ کہ ان کی کتاب کو بلاغی تنقید کا سنگ میل تصور کیا جاتا ہے۔ انھوں نے علم بدیع کے محاسن اور سجع و مقفیٰ کلام پر زور دیا بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب میں عسکری نے عربوں کی تنقید کے تمام نظریات کو بڑی تفصیل سے پیش کیا ہے اور نظم کے ساتھ نثر کی تنقید کا بھی مطالعہ کیا ہے عربی تنقید پر بحث کرنے والا کبھی اس کتاب سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

لہ مرزا خان حقیقین ص ۴۰۴

باقی صفحہ ۵ سے آگے

نقل کیے سے گزارش ہے۔

(۵) مولانا کے مضامین نمبرہ ۲ میں مندرجہ ذیل دو شعر نقل ہوتے ہیں:

(الف) اے گلشن سخن کے ہوا خواہ شائقو
آؤ آؤ بہار بے خزاں کے مزے لوٹو

(ب) راز الفت کھل گیا باطن جو تھا ظاہر ہوا
اب تو ہے سب کی زباں پر جو ہمارے دل میں ہے

(۶) پہلے شعر کا دوسرا مصرع کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے الفاظ میں کوئی تبدیلی ہو گئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ شعر کس کے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ یہ شعر مولانا ہی کے ہیں۔ امید ہے کہ اہل علم اس درخواست پر توجہ فرمائیں گے اور اس کام میں تعاون فرما کر اپنی علم دوستی کا ثبوت دیں گے۔ جو صاحب بھی کوئی مضمون یا کچھ کلام مہیا فرمائیں گے ان کی علم دوستی کے اعتراف اور شکریے کے ساتھ ان کا فراہم کردہ کلام یا مضمون مجموعے میں شامل کیا جائے گا۔

(ابو سلمان شاہجہاں پوری)

تصحیح ۸ جون ۱۹۹۹ء کے ہماری زبان میں "محمود شیرانی کے آخری ایام کی ایک تحریر" کے عنوان سے جو مراسلہ شائع ہوا ہے اس پر مراسلہ نگار کا نام غلطی سے درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ مذکورہ مراسلہ جناب سید احمد کی عنایت سے موصول ہوا ہے۔

مراسلات

دیوان غالب نسخۂ امروہہ کے بارے میں

ہماری زبان مورخہ ۸ جون ۱۹۶۹ء میں جناب نثار احمد فاروقی کا مراسلہ نظر سے گزرا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ نسخۂ امروہہ کے متعلق ان کی ایک سابقہ تحریر مطبوعہ ہماری زبان ۲۲ اپریل ۱۹۶۹ء کی روشنی میں میں نے جن امور کی طرف توجہ دلائی تھی ان سے موصوف نے اتفاق کیا ہے۔ اپنے تازہ مراسلے میں انھوں نے نسخۂ امروہہ کے اشعار کی جو تعداد بیان فرمائی ہے اس سے میرے اس قیاس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ "نو دریافت قلمی دیوان میں غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ کلام ہے جس کو انھوں نے کمی بیشی کے بعد خوش نویس سے نسخۂ بھوپال میں لکھوایا تھا۔" دوسرے الفاظ میں نسخۂ بھوپال، جس کا کلام دیوان غالب نسخۂ حمیدیہ اور دیوان غالب نسخۂ عرشی میں چھپ چکا ہے، نسخۂ امروہہ کا مبیضہ تھا۔ نسخۂ امروہہ کی اہمیت اس قدر ہے اور یہ اہمیت کم نہیں، کہ یہ غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس میں غالباً کچھ اشعار نسخۂ بھوپال سے زائد ہیں، ورنہ اس مخطوطے کا کلام وہی ہے جو نسخۂ بھوپال کے توسط سے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

۱۹۱۸ء میں نسخۂ بھوپال کی دریافت کے بعد اتنی مدت تک دیوان غالب کے ایک اور قدیم مخطوطے کا پردۂ خفا میں پڑا رہنا اور اب بھوپال ہی کی سرزمین سے نمودار ہونا ایک معجزے سے کم نہیں۔ مجھے حال ہی میں جب موخرالذکر کیفیت معلوم ہوئی تو میں نے سوچا کہ یہ اس ذریعے سے نہ ملا ہوگا جس سے میں نسخۂ بھوپال کی بازیافت کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن تحقیق کرنے پر اس کی دستیابی کا وہی ذریعہ میرے سامنے آیا اور کچھ ایسی باتیں میرے علم میں آئیں جن کا اظہار کر دینا شاید دلچسپی اور اہمیت سے خالی نہ ہوگا۔

بھوپال میں ایک صاحب ہیں قاری شفیق الحسن خاں فضلی۔ پرانی کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں ان سے میرا تعارف تقریباً تین سال پہلے ڈاکٹر امیر حسن صاحب عابدی (شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی) کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ گزشتہ سال گرمیوں کی تعطیل میں جب ڈاکٹر عابدی صاحب بھوپال تشریف لائے تو نسخۂ بھوپال کے بارے میں گفتگو رہی۔ ان کے جانے کے بعد قاری شفیق الحسن کچھ کمیاب مطبوعہ کتابیں لے کر آئے تو میں نے ان سے تاکید کی کہ غالب کا کوئی قلمی دیوان تلاش کریں اور مل جائے تو میرے پاس ضرور لائیں۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا اور میں وقتاً فوقتاً ان کو یاددہانی بھی کراتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ شاید کہیں نسخۂ بھوپال ان کے ہاتھ لگ جائے حسن اتفاق دیکھئے کہ انھیں غالب کا ایک اور قلمی دیوان ملا۔ وہ خود اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے اور ان کے چند احباب نے بھی اسے بے حقیقت سمجھا۔ قاری شفیق الحسن نے اسے جمعراتی دروازے کی مسجد کی ایک الماری میں اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ ڈال دیا۔ ابھی مجھ سے ملنے کا موقع نہ ملا تھا کہ ایک دن اچانک امروہہ کے توفیق احمد صاحب آگئے۔ انھوں نے خریداری کے لئے ان کی اور ان کے ذریعے سے دوسروں کی پرانی کتابیں دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ لیکن مقطع اور وہ بھی مقطع غالب انھیں قاری شفیق الحسن ہی کی چند کتابوں کے بعد ہاتھ آگیا۔ ترقیمہ دیکھنے کے بعد انھیں اس قدر عجلت ہوئی کہ پھر انھوں نے کوئی دوسری کتاب نہیں دیکھی اور چند منٹوں میں اس دیوان کو گیارہ روپے میں لے کر رخصت ہوگئے۔ قاری شفیق الحسن نے اولاً پچیس روپے طلب کئے تھے اور خود یہ قلمی دیوان ابراہیم پورہ، بھوپال کے ایک کباڑی حیدر شیر خاں عرف پٹھان کی دوکان سے ڈھائی روپے میں خریدا تھا۔ اس دیوان کے ساتھ اسی جلد میں غالب کے فارسی خطوط بھی تھے۔ قاری شفیق الحسن نے ۳ اپریل ۱۹۶۹ء کو اپنے حساب کی کاپی میں لکھا ہے۔

> "دیوان غالب قلمی محررہ ۱۸۲۵ء قلمی مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب مع مکتوبات فارسی غالب قلمی مبلغ گیارہ روپے میں حافظ توفیق احمد صاحب کو فروخت کی گئی۔"

قاری شفیق الحسن سے یہ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں نے پٹھان کباڑی سے بھی ان کی دوکان پر ملاقات کی۔ انھیں کچھ کتابیں بیچنے کا خیال تو تھا لیکن بالخصوص اس دیوان کے بارے میں یہ علم نہ تھا کہ قاری شفیق الحسن اسے انھیں کے یہاں سے لے گئے تھے۔ میرے یہ پوچھنے پر کہ اس کتاب کے ساتھ کی کتابیں کہاں سے حاصل ہوئی تھیں انھوں نے تین ساتین نام لئے جن میں سے دو پاکستان جانے والوں کے تھے اور ایک کا انتقال ہو چکا تھا ان کی گفتگو سے اس وقت بھوپال میں اس مخطوطے کے مالک کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا اور بظاہر آئندہ بھی اس کی توقع نہیں معلوم ہوتی۔

میری اس تحریر کو پڑھ کر قاری شفیق الحسن صاحب نے نیچے اپنے دستخط بھی کر دیے ہیں۔

شفیق الحسن خاں فضلی
بقلم خود۔ ۱۲ جون ۱۹۶۹ء

(ابو محمد سحر)

شعرا سے گذارش

"ادبی سنگم" جامعہ نگر نئی دہلی ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے متعلق اردو منظومات کا ایک مجموعہ شائع کر رہا ہے۔ اردو شعرا سے گذارش ہے کہ وہ اپنا منظوم خراج عقیدت جلد سے جلد میرے پتہ پر ارسال فرمادیں۔　(سید منظر برنی)

سکریٹری ادبی سنگم جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

فارسی میں "ڈی لٹ"

مذکورہ بالا موضوع سے متعلق ہماری زبان کی پچھلی اشاعتوں میں غلام محمد ڈار صاحب کے خطوط نظر سے گزرے وہ نہایت مفید اور اہم معلومات کے حامل ہیں۔ تہران کی نام نہاد ڈی لٹ کی حقیقت کا جو انھوں نے انکشاف کیا ہے وہی امر واقعہ ہے۔ اس ذیل میں میں اپنے ذاتی تجربے کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

میرا تجربہ تہران یونیورسٹی سے نہیں انقرہ یونیورسٹی سے متعلق ہے۔ تہران یونیورسٹی میں غیر ملکی طلبہ کے لئے جو خصوصی پروگرام ہے انقرہ یونیورسٹی (ترکی) نے بعینہٖ اختیار کیا ہے۔ میں انقرہ میں تین سال رہا۔ اور میں نے مقالہ لکھ کر انقرہ یونیورسٹی سے "دکتور ادبیات" کی ڈگری حاصل کی۔ میرے مقالے کا موضوع "ترکی کی فارسی شاعری" تھا جو میں نے ترکی زبان میں لکھا تھا۔ یہ مقالہ ۷۲ (بہتّر) صفحات پر مشتمل ہے!

جب میں ہندوستان آیا تو میرے احباب ڈگری دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ تو ڈی لٹ کی ڈگری ہے اور ان کے اصرار پر میں کچھ عرصہ اپنے نام کے ساتھ ڈی لٹ لکھتا رہا۔ پھر میرے ضمیر نے ملامت کی کہ یہ تو صریحاً فریب ہے۔ ۷۲ صفحات کا مقالہ اور ڈی لٹ۔ تو میں نے اپنے نام کے ساتھ ڈی لٹ لکھنا ترک کر دیا ہے اور اپنے احباب کو بھی تاکید کر دی ہے کہ اس طرح میری تضحیک نہ کریں۔ مولانا روم کے تصوف پر میرا تحقیقی مقالہ تقریباً مکمل ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی اسے ڈی لٹ کے لئے پیش کروں گا پھر احباب مجھے شوق سے ڈی لٹ لکھیں۔　(سید نعیم الدین ایم۔اے)

غالب کے سلسلے میں

میں ڈاکٹر صفدر آہ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ "ہماری زبان" میں ان تمام رسالوں اور کتابوں کی فہرست شائع کردی جائے جو غالب صد سالہ برسی کے موقع پر شائع ہوئی ہیں۔ خاص کر تمام رسالوں کے غالب نمبروں کی فہرست شائع ہوجائے تو غالب پر تحقیق کرنے والوں کو سہولت رہے گی۔ ایسی فہرست میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے: ۱۔ نام رسالہ۔ ۲۔ نام مدیر ۳۔ نام ناشر۔ ۴۔ قیمت۔ ۵۔ مقام اشاعت۔ ۶۔ صفحات۔

غالب اکیڈمی نئی دہلی سے اس سلسلے میں تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔　(لیاقت اللہ خاں)

ایک گذارش

حضرت مولانا ابو الکلام آزاد (نور اللہ مرقدہ) کے ابتدائی مضامین اور ان کے کلام کے دو مجموعے زیر ترتیب ہیں۔ پہلا مجموعہ ان کے کلام اور الہلال سے قبل کے متفرق مضامین پر مشتمل ہے اور دوسرا مجموعہ لسان الصدق اور الندوہ میں مولانا کے مضامین پر مشتمل ہوگا۔ پہلے مجموعے میں مولانا کے تقریباً تین سو اشعار کے علاوہ مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں:

(۱) ریویو بر تذکرہ صادقہ، منقول از تذکرہ صادقہ
(۲) فن اخبار نویسی، مخزن، لاہور، مئی ۱۹۰۲ء
(۳) ایک قدیم مضمون، احسن الاخبار، کلکتہ، یکم جون ۱۹۰۲ء (بشکریہ جناب رزاق فاروقی صاحب)
(۴) جشن تاجپوشی کا کلکتہ میں دلچسپ مشاعرہ، اپنچ، بانکی پور، ۵ جولائی ۱۹۰۲ء
(۵) حکیم خاقانی شروانی، مخزن، لاہور، اگست ۱۹۰۲ء
(۶) ایک بت سیمیں بدن سے کرلیا لندن میں عقد، اپنچ بانکی پور، ۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء (بشکریہ قاضی عبدالودود صاحب)
(۷) ممالک اسلامیہ اور سید احمد خانی خیالات، وکیل، امرتسر ۱۹۰۲ء (بشکریہ قاضی عبدالودود صاحب)
(۸) ایک تاریخی نوٹ، شمس بنگال، کلکتہ دسمبر ۱۹۰۲ء (بشکریہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب)

(محمد یوسف خاں کے مضمون "تعلیم اور آنا سیقی پر اورنگ زیب کا لیکچر۔ ایک یورپین سیاح کی نظر میں" پر مولانا کا تمہیدی نوٹ)

(۹) سرمد شہید، نظام المشائخ، دہلی، شہیدی نمبر ۱۹۱۰ء
(۱۰) تبصرہ بر مثنوی شام و سندور (از شوق نیموی) (منقول از اردو ادب علی گڑھ آزاد نمبر) (بشکریہ قاضی عبدالودود صاحب)
(۱۱) قمار باز (منقول از "شاہراہ" دہلی آزاد نمبر)

اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ:

(۱) اگر کسی صاحب کے علم میں مذکورہ بالا مضامین کے علاوہ مولانا کا کوئی مضمون ہو تو اس کی نقل مہیا فرمائیں۔
(۲) مضمون نمبر ۸ و ۱۱ کے ماخذ کا علم نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں کوئی صاحب نظر رہنمائی فرمائیں۔
(۳) مضمون نمبر ۳ ناقص الاول ہے اگر کسی صاحب کے علم میں یہ مکمل مضمون ہو تو عنایت فرمائیں۔
(۴) اگر کسی صاحب کے علم میں مولانا کا کچھ ایسا کلام ہو جو غیر مطبوعہ یا کسی قدیم رسالے میں شائع ہوا ہو اور پچھلے چند برس میں اسے کسی اخبار یا رسالے میں نقل نہ کیا گیا ہو تو اس کی

لسانی اقلیتوں کو مادری زبان کے ذریعہ تعلیم کی سہولت

بہرائچ:- یہاں ضلع انسپکٹر مدارس جناب رام داس نے تمام ہائر سکنڈری اسکولوں کے پرنسپلوں کے نام ایک گشتی جاری کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ثانوی سطح پر طلبہ کا ذریعہ تعلیم ہندی کے سوا اردو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ ایسے طلبہ کی تعداد پورے اسکول کے طلبہ کی تعداد کی ⅓ ہو۔ یاد ہوگا کہ لسانی اقلیتی کمشنر مسٹر ایم چندر شیکھر نے ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کے جنرل سکریٹری جناب راحت علی خاں سے ایک ملاقات کے دوران یہ انکشاف کیا تھا کہ یوپی میں ہائی اسکول تک تمام مضامین کی تعلیم اردو میں حاصل کرنے کے احکامات ریاستی حکومت نے جاری کر دئے ہیں بشرطیکہ ان کی تعداد پورے اسکول کی تعداد کی ⅓ ہو۔ (قومی آواز)

مدھیہ پردیش غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی میں ڈاکٹر گیان چند کی تقریر

بھوپال:- مدھیہ پردیش غالب صدسالہ تقریبات کمیٹی کے یوم میں مقالات میں تقریر کرتے ہوئے اردو کے ممتاز محقق ڈاکٹر گیان چند صدر شعبۂ اردو جموں و کشمیر یونی ورسٹی جموں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو کی دنیا جمہوری ہے اور یہاں خیال و اظہار کی آزادی ہے۔ اس جلسہ کی صدارت صوبائی غالب صدی کمیٹی کے صدر علامہ محوی صدیقی فرما رہے تھے! ڈاکٹر گیان چند نے "ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں" کے عنوان سے اپنا طویل مقالہ پڑھا۔ آپ نے اس کا گلہ کیا کہ غالب پر اردو میں متوازن تنقید کی کمی ہے یا تو مدلل مداحی ہوئی ہے یا تنقیص۔ غالب کو اس کے زمانہ میں وہ مقام نہ مل سکا جس کا وہ مستحق تھا اور آج ان کی تحسین میں غلو کیا جا رہا ہے۔ آپ نے کہا غالب بلاشبہ عظیم شاعر تھے۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے کلام کا بڑا حصہ روایتی فضا اور موضوعات کا حامل ہے آپ نے اس پر اپنے کرب کا اظہار کیا کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے اقبال کی عظمت کو کم کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ نظریاتی اختلاف کے باوجود اقبال ان عظیم شاعروں میں سے تھے جن کا کلام عظمت کے عالمی پیمانہ پر پورا اترتا ہے۔ اس موقع پر پروفیسر اکشے کمار نے "منی شی غالب" کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا آپ نے بلند آواز میں کہا کہ غالب کی شاعری ویدانتی ہے۔ جو استفہامیہ انداز اپنشدوں میں کائنات اور انسان کے ضمن میں ملتا ہے وہی غالب کی شاعری کا بھی ہے۔ آپ نے کہا کہ اپنشد تعداد میں ۱۰۸ ہیں اگر ۱۰۹ واں اپنشد ہوتا تو وہ یقینی دیوان غالب ہوتا جناب اختر سعید نے اس جلسہ میں ڈاکٹر گیان چند کے مقالے کے بارے میں بعض سوالات اٹھائے۔ ابتدا میں صوبائی غالب کمیٹی کے سکریٹری پروفیسر آفاق احمد نے صوبہ میں غالب صدی کی تقریبات پر روشنی ڈالی اور معزز مہمان کا تعارف کرایا۔

حلقہ ارباب ادب میں غالب کے تعلق سے ایک شام

بھوپال

ممتاز ادبی انجمن حلقہ ارباب ادب نے ڈاکٹر گیان چند کے ساتھ ایک شام غالب کے تعلق سے منائی۔ اس میں ڈاکٹر گیان چند نے اپنا ایک مضمون "غالب اور خادمین" اور غالب کے ایک قصیدے کے ۱۵ اشعار کی پیروڈی سنائی۔ آپ نے اپنے مزاحیہ مضمون میں غالب کے خادمین سے متعلق ۲۲ شعروں کا مفہوم بیان کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ جبکہ ملک میں غالب صدی تقریبات کے سلسلے میں سکوت ہے، بھوپال میں ان کا جاری رہنا یہاں کی ادبی بیداری کا ثبوت ہے۔ یہاں کے ادبا و شعرا کی اس ستھری نشست کے آخر میں حکیم سید قمر الحسن چیف ایڈیٹر روزنامہ ندیم نے قرارداد تشکر پیش کی۔

غالب اور بھوپال سے متعلق مقالے کالج میں

بھوپال، حمیدیہ

غالب صدی کے سلسلے میں دوسری تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں کالج کے اساتذہ نے غالب اور بھوپال سے متعلق اپنے تحقیقی مقالے پڑھے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر صدر شعبۂ اردو نے نسخۂ حمیدیہ پر اپنی تحقیقات کا نچوڑ پیش کیا۔ ڈاکٹر حامد حسین (انگلش ڈپارٹمنٹ) نے "غالب اور بھوپال چند روایات و قیاسات" کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھا۔ جناب آفاق احمد (شعبۂ اردو) نے غالب کے بھوپالی شاگردوں پر مقالہ پڑھا۔ خود ڈاکٹر گیان چند نے "غالب کا صحیفۂ منسوخ" کی سرخی سے غالب کے نسخۂ بھوپال پر اپنا مقالہ پڑھا۔ آخر میں ڈاکٹر گیان چند نے بے لاگ انداز میں ان مقالات کو سراہا اور کہا کہ ملک میں غالب صدی کے سلسلے میں اتنا کام ہوا ہے کہ میرا خیال تھا کہ اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن آج کے مقالے سن کر مجھے یہ احساس ہوا کہ غالب کے بہت سے نئے گوشوں پر روشنی پڑی ہے۔ جب غالب پر کام ہوگا تو اعلیٰ تحقیق کے حامل ان مقالوں سے ضرور مدد لی جائے گی۔ جلسہ کی ترتیب و تہذیب بزم ادب حمیدیہ کالج کے سکریٹری جناب اسرار احمد خاں نے کی۔ کالج کے طلبہ ایم اے شمیم اور نسیم اختر نقی نے منظومات پڑھیں۔

کھنڈوہ (مدھیہ پردیش) میں غالب صدی کی تقریبات

بھوپال، مدھیہ پردیش

کے دور افتادہ مقام کھنڈوہ میں ۲ روزہ غالب صدی تقریبات شاندار پیمانہ پر منائی گئیں۔ اس دوران ایک قلم شو، سمپوزیم اور آل انڈیا مشاعرہ ہوا۔ مشاعرہ میں مشہور نغمہ نگار محمد علی تاج بھوپالی، فیاض گوالیاری، تاباں

مجاہد لکھنوی، ریاض گوالیاری، کامل بہزادی، راز کانپوری اور متعدد دوسرے شعرائے کرام نے کلام سنایا۔ سمپوزیم کی صدارت کرتے ہوئے پروفیسر آفاق احمد سکریٹری غالب صدی کمیٹی مدھیہ پردیش نے مرزا کے شعر و ادب اور صد سالہ تقریبات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ غالب کی شاعرانہ عظمت سے انکار ادبی معصیت کے مترادف ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غالب صدی کے دوران غالب کی ذات سے وہ باتیں بھی غالب پرستی کے شوق میں منسوب کی جائیں جن کا دور دور پتہ نہیں ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کو فکری بصیرت اور نثر کو نیا مزاج عطا کیا۔ ان کی عظمت کے اعتراف کے لئے اس کے سوائے کسی دوسری غلط تاویل کا سہارا لینا مرزا اور اردو دونوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ گورنمنٹ کالج کھنڈوا میں شعبہ ہندی کے صدر پروفیسر ایس ڈی اوستھی نے اپنی تقریر میں کہا کہ غالب کی آواز اور جذبات عالم گیر اپیل رکھتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ غالب کو صحیح خراج عقیدت یہ ہے کہ ہم غالب پر اس طرح کام کریں کہ غالب کی رسائی ہر شخص تک ہو سکے، ورنہ ڈر ہے کہیں غالب، غالب صدی کے دوران ہنگامے اور شور کا شکار نہ ہو جائیں۔ دو دن تک ان تقریبات کی وجہ سے کھنڈوا میں اردو کا چرچا رہا۔ ہزاروں کی تعداد میں سامعین نے ان تقریبات میں حصہ لیا۔ غالب کمیٹی کھنڈوا کے سکریٹری جناب قاسم رسا دیناری نے رپورٹ پڑھی اور سماجی رہنما جناب اوم ناتھ شرما گرمنے شکریہ ادا کیا۔ (نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو شاخ اجین کے جلسے

اجین: جشن غالب صدی کمیٹی کی جانب سے سہ روزہ پروگرام مادھو کالج اجین کے گاندھی ہال میں منعقد کیا گیا۔ پہلے دن بزم مقالات ہوئی جس میں عتیق حنفی، ڈاکٹر شمیم حنفی، ڈاکٹر عبد الودود، پروفیسر وتار نے مقالے پڑھے۔ دوسرے دن "شام غزل" رکھی گئی جس میں اندور ریڈیو ہال کے ریڈیو فنکاروں نے حصہ لیا۔ تیسری شب کو مشاعرہ اور عتیق حنفی کا ترتیب دیا ہوا غالب کی غزلوں پر مبنی پہلے جیک میوزک پروگرام ہوا۔

انجمن ترقی اردو کا ایک جلسہ حضرت گویا قریشی ایڈوکیٹ کے دولت کدہ پر ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ کے سانحہ ارتحال پر منعقد کیا گیا۔ تعزیتی تجویز منظور کی گئی۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی پسندیدہ مادری زبان اردو کو اس کے جائز حقوق دئے جائیں۔ یوپی، بہار، راجستھان، مدھیہ پردیش، پنجاب، ہریانہ وغیرہ میں اردو کے پڑھنے پڑھانے کی سہولتیں دی جائیں۔ اجین میں اردو مڈل اسکول کو اردو ہائر سکنڈری اسکول بنایا جائے اور اس کا نام ذاکر حسین میموریل اردو ہائر سکنڈری اسکول رکھا جائے۔

انجمن اور بزم ادب کے اراکین کا ملا جلا جلسہ حضرت گویا قریشی کے دولت کدہ پر منعقد کیا گیا جس میں مادھو کالج اجین کے ایم۔ اے اردو کے پہلے بیچ میں کامیاب طلبہ کو درجہ اول میں امتیازی نمبروں سے کامیابی پر مبارکباد پیش کی گئی۔ مندرجہ ذیل طالبات اور طلبہ نے کامیابی حاصل کی۔

حمیدہ خاتون فرسٹ ڈویژن سیکنڈ پوزیشن وکرم یونیورسٹی اجین ایم۔ اے۔ محمد واحد سحر فرسٹ ڈویژن تھرڈ پوزیشن وکرم یونیورسٹی اجین ایم۔ اے، شہباز قریشی فرسٹ ڈویژن فورتھ پوزیشن وکرم یونیورسٹی اجین ایم۔ اے اس جلسہ میں حضرت ناطق گلاوٹھی اور زرنش کمار شاد کے انتقال پر ملال پر تعزیتی تجاویز منظور کی گئیں۔ مدھیہ پردیش گورنمنٹ ہائر سکنڈری کے اردو لکچرز کو لکچرز گریڈ نہیں دے رہی ہے اس سلسلہ میں خط و کتابت کی جا رہی ہے۔ انجمن کی ممبر سازی کا کام شروع کیا جا رہا ہے۔ عنقریب انجمن کے نئے عہدیداران کا انتخاب کیا جائے گا۔ اردو سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں ممبر بننے کی اپیل پرنسپل سید مبشر علی صاحب نے کی ہے۔
(اے۔ ایچ شمیم سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ اجین)

انجمن "نئے زاویے" کی ادبی نشست

گورکھپور: یہاں فراق گورکھپوری اور نشور واحدی کے اعزاز میں "نئے زاویے" کی ایک مخصوص نشست محمد احسن رضوی کی قیام گاہ پر شام کو چھ بجے منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب رگھوپتی سہائے عرف فراق جی نے کی۔ "نئے زاویے" کے سکریٹری ایم۔ کو ٹھیاوی راہی نے ادارہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں فراق صاحب نے "نئے زاویے" کا افتتاح کیا اپنی افتتاحی تقریر میں انھوں نے جدید پر اپنے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کیا۔ اور مشورہ دیا کہ نئے فنکاروں کو کاسمانی نظریہ اپنانا چاہئے۔ فراق صاحب جو خرابی صحت کی بنا پر کافی کمزور نظر آرہے تھے اپنی مخصوص گرجناک آواز میں دوران تقریر رباعیاں اور اشعار بھی سناتے جا رہے تھے۔ زرنش کمار شاد کے متعلق فراق صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ان کی نثر اور شاعری میں قطعات کو سراہا۔ مشاعروں اور ادبی نشستوں میں نعرۂ تحسین بلند کرنے کے بجائے خاموشی کے ساتھ کلام سننا چاہئے اور اظہار پسندیدگی کے لئے جنبش سر"

سے کام لینا چاہیے یہ بات کہتے ہوئے فراق صاحب زیر لب مسکرا رہے تھے۔ انھوں نے ایسے مشاعروں اور نشستوں کو ادب اور فن دونوں کے لئے نقصان دہ بتایا جہاں آداب محفل ملحوظ نہ ہو حضرت فراق نے اپنی کئی تازہ ترین غزلیں اور رباعیاں بھی سنائیں ان کی ایک غزل کے یہ اشعار بار بار سنے گئے۔

ایک عمر کی چھان بین سے بس یہ حقیقت جانی ہے
جو دانائی کو بھی سبق دے بچے کی نادانی ہے
کتنے نظام شمسی یارو درہم برہم ہو کے رہے
میرے دیوانہ پن پر تم کو کیوں اتنی حیرانی ہے
ایک آدمی عشق نام کا پھرتا ہے گلیوں گلیوں
دیکھو اس سے بچے رہنا یہ شخص بڑا نقصانی ہے
تجھ سے اے دریائے محبت پار کوئی بھی پا نہ سکا
کیسے کیسے ڈوب گئے گو گھٹنوں گھٹنوں پانی ہے

حضرت نشور واحدی نے بھی کئی نئی اور تازہ غزلیں سنائیں ان کے علاوہ ایشوری پرشاد گہر، کیشو چند عالم، ایم کوٹھیاوی راہی، محمد احسن رضوی، اشفاق احمد عظمی، شوکت علوی، ناظر اشا کری، جگر گورکھپوری، جاذب نعمانی، رفیع اللہ، اعجاز تشنہ، فیض الحسن فیض، اور دھنیش پرشاد اشک وغیرہ نے اپنی نظمیں اور غزلیں پیش کیں جن پر تبصرہ بھی کیا گیا۔ "نئے زاویے" کی یہ مخصوص نشست جو شام فراق بن گئی۔ تقریباً ڈھائی گھنٹہ تک جاری رہی۔

(محمد احسن رضوی ناظم نشر و اشاعت "نئے زاویے" گورکھپور)

اردو دوستوں سے سرگرم تعمیری مہم کیلئے اپیل

لکھنؤ۔ انجمن تعلیمات دین کی تیسری ریاستی کانفرنس کو یو پی کے محکمۂ تعلیمات کا ایک سرکلر ملا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یو پی میں پرائمری جونیر اور سکنڈری درجات میں اردو کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کی اجازت ہے۔ اس سرکلر پر کانفرنس میں شامل ہونے والے اسلامیہ اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں کے سربراہوں نے غور کرنے کے بعد اردو دوستوں اردو کے حامیوں اور اردو کے علم بردار تعلیمی اداروں سے حسب ذیل سفارشات کی ہیں۔

۱۔ ہر ادارہ اپنی مجلس منتظمہ کی ایک ہنگامی میٹنگ ۱۴ رجون سے پہلے بلا کر یہ ریزولیشن پاس کرے کہ ادارہ میں آئندہ تعلیمی سال سے ذریعہ تعلیم اردو ہوگی۔ ۲۔ پرائمری درجات میں فوری طور پر ذریعہ تعلیم اردو کو بنایا جائے اور ہندی لازمی مضمون کی حیثیت سے تیسرے درجہ کے بعد ہی اختیار کی جائے۔ ۳۔ جونیر و سکنڈری اسکولوں میں آئندہ تعلیمی سال سے کم از کم درجہ چھ سے اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ ۴۔ تعلیمی سال کے آغاز میں تمام نئے اور پرانے طلبہ سے سرکلر میں دئے ہوئے فارموں کی خانہ پری ضرور کرائی جائے نئے داخلوں کے وقت طلبہ کو واضح طور پر بتا دیا جائے کہ یہ ادارہ اردو میڈیم اسکول ہے اس میں ذریعہ تعلیم صرف اردو ہوگی۔ ۵۔ اردو کو ذریعہ تعلیم اختیار کرنے میں اس وجہ سے تاخیر ہرگز نہ کی جائے گی کہ اردو میں تمام مضامین کی کتابیں موجود نہیں ہیں۔ بازار میں جو کتابیں دستیاب ہیں ان سے کام نکالا جائے اور جب تک یہ کتابیں دستیاب نہ ہوں مروجہ ہندی کتابوں کا ترجمہ کرکے کام نکالا جائے۔

محکمۂ تعلیمات کا سرکلر۔

انجمن تعلیمات دین کو محکمہ تعلیمات کا جو سرکلر ملا ہے اس کا متن حسب ذیل ہے۔ آپ سے کہنا ہے کہ جی او نمبر ا ے ۸۹۷-۱۵۰۳-۱۹۷-۸۹-۲۸ مورخہ ۵۲-۷-۲۹ میں دی گئی ہدایات پر پوری طرح عمل کریں اور اس کو پوری طرح شہرت دیں۔ استادوں اور ضروری کتابوں کا انتظام کریں اگلا تعلیمی سال شروع ہونے سے پہلے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ جہاں مادری زبان ہندی سے الگ ہے۔ ایک استاد کا تقرر کرکے مادری زبان کے ذریعے سے تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے لیکن شرط یہ ہے کہ چالیس طالب علم ہر اسکول میں اور دس ایسے طالب علم ہر درجہ میں متعلقہ مادری زبان میں بولنے والے ہوں۔ ۲۔ تعلیم دینے اور امتحان لینے کا ذریعہ بچے کی مادری زبان ہوگی۔ ۳۔ مادری زبان وہی ہوگی جس کو والدین یا سرپرست نے مادری زبان بتایا ہو۔ ۴۔ درجہ ۳ سے پہلے اور درجہ ۵ کے بعد ہندی پڑھانا نہ شروع کیا جائے۔ ۵۔ جونیر ہائی اسکول سطح پر مادری زبان سے ہندی پر لانے کے لئے بچوں کو موقع دیا جائے کہ جونیر ہیک سطح کے دو برس بعد تک اپنی مادری زبان میں سوالوں کا جواب دیں۔

(ب) جونیر ہیک اور سکنڈری سطح پر:

۱۔ اگر ایسے طالب علموں کی تعداد جن کی مادری زبان ہندی سے مختلف ہو اتنی کافی ہو کہ اس علاقہ میں ایک علاحدہ اسکول چل سکتا ہو تو ایسے اسکول (ودیالیہ) میں تعلیم کا ذریعہ بچوں کی مادری زبان ہوگی۔ ۲۔ ایسے اسکول اگر نجی جماعتوں نے قائم کئے ہوں یا چلائے ہوں تو ان کو حسب قواعد سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے گا اور سرکاری امداد دی جائے گی۔ ۳۔ سرکار ایسی ہی سہولتیں ان سرکاری میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ اسکولوں کو دے گی جہاں اسکول کے طالب علموں کا ایک تہائی حصہ اپنی مادری زبان میں تعلیم دینے کی درخواست دے۔ ۴۔ سرکاری امداد ملنے والے اسکولوں میں بھی سرکار کے آرڈر کے مطابق اس قسم کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اگر ایک تہائی بچے خواہش ظاہر کریں۔ شرط یہ ہے کہ اس علاقہ میں اس خاص زبان کے ذریعہ تعلیم دینے کی کافی سہولت نہ ہو۔

ہندی ہر حالت میں ضروری مضمون جونیر ہائی اسکول

شیخ پر رہے گی۔ ۵۔ متذکرہ بالا انتظام ان بڑے شہروں اور حلقوں میں خاص طور پر ضروری ہے جہاں پر ایک بڑی تعداد میں لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ ۶۔ طالب علموں کے سرپرستوں سے ذیل کا فارم بھروایا جائے۔

میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والد یا سرپرست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
طالب علم درجہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جونیر ہائی یا ہائر سکنڈری اسکول ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ اعلان کرتا ہوں کہ میرے وارڈ کی مادری زبان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہے اور درخواست کرتا ہوں کہ اسکو اسکول میں تعلیم ۔ ۔ ۔ ۔
کے ذریعہ دی جائے۔ پورے دستخط اور پتہ

تعلیمی سال شروع ہوتے ہی کلاس ٹیچر لڑکوں کو یہ فارم چھپے ہوئے یا سائیکلو اسٹائیل کئے ہوئے دلا دیں جو اپنے سرپرستوں سے بھروا کر فوراً واپس کریں گے۔ سرپرستوں کو مادری زبان بھرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ کلاس ٹیچر ان کو جمع کرکے ہیڈ ماسٹر کو دیں گے جو ان کو احتیاط سے رکھے گا اور ان کا اسٹیٹمنٹ بنا کر ۱۵ ر جولائی تک ہر سال ڈپٹی انسپکٹر اسکول، انسپکٹر یا چیرمین میونسپلٹی یا ٹیچر کو بھیجیں گے جو فوراً اپنا اسٹیٹمنٹ انسپکٹر اسکول کو ضروری کارروائی کے لئے بھیجیں گے۔ انجمن کے سکریٹری محمد کلیم اللہ خاں نے اپیل کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں اردو کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کی مہم کو اپنا فریضہ سمجھ کر انجام دیں۔

اردو میڈیم اسکول قائم کرنے کا مطالبہ

بھوپال۔ محبان اردو کے ایک وفد نے وزیر مملکت جناب گوپال راؤ لوار سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کی وفد نے موصوف کو ایک میمورنڈم پیش کیا ہے اس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ گذشتہ مردم شماری کے اعتبار سے اٹھائیس فیصدی اردو مادری زبان والے شہر بھوپال میں ایک بھی پرائمری و مڈل اسکول اردو میڈیم کا نہیں ہے اس لئے پرائمری و مڈل اسکول اور تین ہائر سکنڈری اردو میڈیم کے کھولے جائیں دوسرا مطالبہ تھا کہ پورے مدھیہ پردیش میں ایک بھی ہائر سکنڈری اردو لکچرر نہیں اردو لکچرر کا ہائر سکنڈری میں تقرر کیا جائے۔ جناب لوار نے پوری ہمدردی سے مطالبات سنے اور فرمایا کہ یہ مطالبہ جناب دبستان سے بھی تعلق رکھتا ہے میں ان سے مشورہ کرکے ضروری کارروائی کروں گا۔

مڈے بہال میں جشن غالب صدی

[illegible] مڈے بہال (ضلع بیجا پور) میں بزم اردو ادب کی جانب سے جشن غالب صدی و مشاعرہ منعقد ہوا جلسہ کی صدارت پروفیسر ایم۔ اے۔ بھنڈاری صاحب نے فرمائی سب سے پہلے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے انتقال پر ملال پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی بعد ازاں جناب عبدالغنی وضیعدار نے غالب کی ایک غزل ترنم سے پڑھ کر جلسہ کا آغاز کیا۔ جناب حسین صاحب بلیغ نے حیات غالب کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی، جناب سی۔ ایس۔ ہرشیٹھ صاحب نے کنڑی زبان میں غالب پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ پروفیسر بی۔ ایم۔ ناگشان صاحب نے کلام غالب پر تقریر کی۔ آخر میں صدر جلسہ نے کہا کہ "غالب کا کلام اپنے اندر جاذبیت اور ترنم کی سی دلکشی و روانی رکھتا ہے اور غالب کے کلام میں قوت تخیلہ اپنے شباب پر ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے حقائق و مصائب سے زندہ دلی اور حوصلگی سے مقابلہ کرنے کا پیغام ہے" جلسہ کی کارروائی کے بعد رات دس بجے غالب ہی کی ایک غزل سے مشاعرہ کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر کے مدنا منظر صاحب نے مشاعرہ کے صدارتی فرائض انجام دئے۔ مقامی شاعر جناب ایم۔ ابوبکر سلیم نے استقبالیہ نظم پڑھی۔ دکنی اردو کے ممتاز شاعر پیرزادہ ہنری، سلیمان خمار، برپا گلگوٹی اور عبدالغنی وضیعدار نے اپنا کلام سنایا۔ (نامہ نگار)